© rasailojaraid.com

البسنی اللہ تعالیٰ خلعۃ المجددیۃ فعلمت علم الجمع بین المختلفات" الخ

پورا کر دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنایا، پس مجھے اختلافی مسائل میں جمع و تطبیق کا علم حاصل ہو گیا۔

اس باب میں ان کے اشارات بے شمار ہیں۔ علی الخصوص تفہیمات ہیں کہ متعدد رسائل و مقالات اسی مقام کی شرح و تحقیق میں لکھے ہیں۔ اور ان سب کے آخر میں ذوق باطن کے التہاب و اضطراب سے بے خود ہو کر اپنے معاملات کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں، گویا ابو العلامعری کا یہ شعر جا بجا نئے پیرایوں میں ان کی زبانِ مترنم اور کلکِ تحدیث تک آ آ کر رہ جاتا ہے۔

وانی وان کنت الاخیر زمانہ
لاتٍ بما لم تستطعہ الاوائل!

(تذکرہ صـ۲۶۸ تا ۲۷۰)

اور ایک دوسرے مقام پر فتنتین عظیمتین، یونانیت و عجمیت کو امت مسلمہ کی تمام اعتقادی و عملی و قلبی و ذہنی ضلالت اور تمام مفاسد و مصائب کی اصلی جڑ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اور اسی لئے مدتوں تک غور کرنے کے بعد یہ حقیقت کھلی کہ امت اسلامیہ کے تمام مفاسد و مصائب کی اصلی جڑ دو ہی چیزیں ہیں جن کو "یونانیت" اور "عجمیت" سے تعبیر کرنا چاہیئے۔ سارے برگ و بار و ثمراتِ فساد کو انہی سے ظہور نمو ہوا آج ہمارے مدارس میں جو علوم باسم اصل و اساس علوم شرعیہ پڑھائے جاتے ہیں، اگر کسی صاحبِ حکمت کی نظرِ کیمیادی ان کی تحلیل و تفرید کرے، تو کھل جائے کہ کس قدر حصہ ان کا شریعت اصلیہ والدین الخالص سے مرکب ہے، اور کس قدر اسی فتنہ عالم آشوب یونانیت و عجمیت سے؟

"نہ کوئی شئے اس سے نہ بچی حتیٰ کہ علماً علوم آلیہ و عربیت و بلاغت و بیان اور عملاً جزئیات اعمال و رسوم و ہیئات و معاشرت وغیر ذلک، جب یہ حال علوم شرعیہ بلکہ نام نہاد اصولیہ کا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو پھر ان اساطیر الاولین و ساتیر خنز عبلات و ہفوات کا کیا پوچھنا جن کو بہ لقب شریف "معقولات" پکارا جاتا ہے؟ وان من العلم جہلاً۔

بر عکس نہند نام زنگی کافور (تذکرہ ص ۲۱۵ حاشیہ)

لیکن اگر اس "ظلمات و بعضہا فوق بعض" میں مولانا آزاد کو کوئی روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو وہ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے اور ذخائر عجائب و غرائب میں کوئی چیز قابل مطالعہ و نظر معلوم ہوتی ہے تو وہ صرف حضرت شاہ صاحبؒ کی محققانہ و انفع مصنفات! مولانا فرماتے ہیں۔

"ائمہ متاخرین میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ و اصحابہ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تنقیحات و تعقبات اس باب میں نہایت محققانہ و انفع واقع ہوئی ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ میں گو اشارات و اجمال (ولکن ابلغ من التصریح) سے کام لیتے ہیں، لیکن التفہیمات الالٰہیہ اور خیر کثیر اور البدور البازغہ میں بالکل پردہ اٹھا دیا ہے۔ صرف یہی نہیں کرتے کہ ان علوم مخلوطہ کو "فن دانشمندی" کے حوالے کرکے باقی معاملات ذوق سلیم پر چھوڑ دیں یا "تشکیکات خام معقولیان" کہہ کر خاموش ہو جائیں، بلکہ صاف صاف اور بے پردہ لکھتے ہیں۔ ایک تفہیم میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔

در علوم شرعیہ پیشینیاں چیزہا آوردند	متاخرین نے علوم شرعیہ میں بہت سی ایسی
کہ مقصود و معلوم پیشنیان نہ بود، بلکہ در	چیزیں شامل کردیں جو نہ سلف کا مقصود
سلف امت ازاں اثرے یافتہ نمی شود	تھیں بلکہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا
جموع کثیرہ فلسفہ و حکمت یونانیاں را با علم	اور نہ سلف امت میں ان چیزوں کا کوئی
شریعت آمیختند۔ و اصول کتاب و ماثور	اثر و نشان ہی پایا جاتا ہے۔
را از دست دادہ، تا آنکہ ظاہر شریعت	اکثر نے یونانیوں کے فلسفہ و حکمت کو
بنا بر کثرت ایراد و انصراف و تحریف و	علم شریعت کے ساتھ ملا دیا اور کتاب و
تخلیط چیزے دیگر گردید۔ علم اصول دین	سنت کو چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ شریعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

را کہ افضل علوم اسلام است، ببین کہ متکلمین
دراں چہ صنائع وبدائع آفریدند، ودر وادیٔ
جدل وتعمق تا بکجا رسیدند؟ حالانکہ
سلف امت نکیر عظیم داشتند بریں جنس کلام
وآنرا خارج از شریعت پنداشتند۔ ودر
کتب فقہ وفتاوی تامل کن کہ دامن رائے
وتفریع را تا بکجا کشیدند، واز اصلِ اصول
شرع واثر ست چہ قدر دوری جستند
وہمچنیں حال دیگر علوم دیں است کہ
بسبب خلط با فنون وصنائع رنگ و
صوت دیگر پیدا نمودہ۔"

کثرت رائے، بحث وجدل وانصراف اور
تحریف وآمیزش سے بالکل ایک دوسری
ہی چیز بن کر رہ گئی اور علم عقائد دین کہ علوم
اسلامیہ میں افضل علوم ہے، دیکھئے کہ
متکلمین نے اس میں کیا کیا گل افشانیاں
کی ہیں اور وادیٔ جدل وتعمق اور نکتہ آفرینی
کے شوق میں بھٹک کر کہاں سے کہاں پہنچ
گئے۔ حالانکہ سلف امت اس قسم کی باتوں
سے سخت نفرت کرتے تھے۔ اور اس کو
شریعت سے خارج قرار دیا تھا۔
اور کتب فقہ وفتاوی میں غور کرو کہ انہوں نے
دامن رائے وتفریع کو کس قدر کھینچ دیا اور اصول
شریعت وسنت سے کس قدر دور نکل گئے؟
اور یہی حال دوسرے علوم دینیہ کا ہے کہ
دوسرے فنون وصنائع سے اختلاط کے
باعث ان کا رنگ روپ بالکل بدل گیا۔

(تذکرہ صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶ حاشیہ)

اور پھر غور فرمائیے کہ حضرت شاہ صاحب کی نظرِ تجدید، صدق فہم اور نفوذ ذہن پر مولانا آزاد کس طرح اظہارِ تحسین ومسرت اور اعتراف فضل وکمال فرماتے ہیں۔

"اور سبحان اللہ! حضرت موصوف کی نظر تجدید اور صدق فہم اور نفوذ ذہن کہ ایک دوسرے موقع پر اس فتنہ کو من جملہ ثمرات روبۂ نفاق کے قرار دیتے ہیں کما قال فی الفوز الکبیر۔ نفاق اوّل (یعنی بباطن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفر وانکار و بظاہر شکل اسلام) بعدازاں حضرت نتواں دانست امانفاق ثانی (یعنی حدیث نفس وتشکیک و عدم یقین وایمان حقیقی) کثیرالوقوع ست۔ لاسیما در زمانِ ما۔ وازاں جملہ جماعت معقولیان کہ شکوک وشبہات بسیار می آرند (اوکما قال)

یہ جو حضرت نے فرمایا۔

پسینیاں چیز ہا آوردند کہ معلوم پیشنیاں نہ بود

تو یہ وہی حقیقت ہے جس پر تمام ائمہ سلف متفق ہوئے۔" (تذکرہ ص۲۱۶ حاشیہ)

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا اصل کارنامہ صرف تجدید و تدوینِ علوم و معارف اور تعلیم و تربیتِ اصحاب استعداد تک محدود رہا اور دعوت و اصلاح امت اور عملاً اجراء و نفاذ کا پورا کام کسی اور مرد میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ سلطان وقت و اسکندر عزم حضرت شاہ اسمعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی ابن حضرت شاہ ولی اللہ اور مجاہد کبیر و امیرالمومنین حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ تلمیذ رشید و فیض یافتہ حضرت شاہ عبدالقادر و حضرت شاہ عبدالعزیز ابناء حضرت شاہ ولی اللہ کے لئے مخصوص تھا، اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کا حصہ نہ تھا۔ حضرت مولانا آزاد کے بقول حضرت علامہ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کا یہ وہ کارنامہ ہے جو ان کے لئے خاص تھا۔ اور اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے۔ اگرچہ اس مسئلہ کا ہر پہلو حضرت شاہ صاحب کا سلسلہ تعلیم و تربیت، ان کے ابناء عظیم اور فیض یافتگان، خانوادہ حضرت ایشان کا ہر فرد صاحب علم و نظر اور فضل و کمال ظاہری و باطنی کا حامل، بنابریں مستحق صد التفات و توجہ! لیکن اس مضمون کو میں مولانا کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جس میں حضرت مجدد اسمعیل شہیدؒ کے عظیم الشان کارنامے اور ان کے مقام عزیمت و استقامت کا اعتراف بھی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ فاتح دور آخر و سلطان عصر کے مقام و مرتبہ اور ان کے کارنامہ تعلیم و تربیت و تجدید و تدوین علوم و معارف عالیہ و اسلامیہ کی طرف اشارہ بھی ہے۔

شاہ صاحبؒ نے مزاج وقت کے عدم تحمل و استعداد سے کام لیا ہے۔ (مدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفر وانکار و بظاہر شکل اسلام) بعد ازاں حضرت نتواں دانست امانفاق ثانی (یعنی حدیث نفس و تشکیک و عدم یقین وایمان حقیقی) کثیر الوقوع ست - لاسیما در زمانِ ما- وازاں جملہ جماعت معقولیان کہ شکوک و شبہات بسیار می آرند (اوکما قال)

یہ جو حضرت نے فرمایا۔

پسینیاں چیزہا آوردند کہ معلوم پیشینیاں نہ بود

تو یہ وہی حقیقت ہے جس پر تمام ائمہ سلف متفق ہوئے ۔" (تذکرہ ص۲۱۶ حاشیہ)

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا اصل کارنامہ صرف تجدید و تدوینِ علوم و معارف اور تعلیم و تربیتِ اصحاب استعداد تک محدود رہا اور دعوت و اصلاح امت اور عملاً اجراء و نفاذ کا پورا کام کسی اور مرد میدان کا منتظر تھا اور معلوم ہے کہ توفیق الٰہی نے یہ معاملہ سلطان وقت و اسکندر عزم حضرت شاہ اسمٰعیل شہید ابن شاہ عبدالغنی ابن حضرت شاہ ولی اللہ اور مجاہد کبیر و امیر المومنین حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ تلمیذ رشید و فیض یافتہ حضرت شاہ عبدالقادر و حضرت شاہ عبدالعزیز ابناء حضرت شاہ ولی اللہ کے لئے مخصوص تھا، اس میں حضرت شاہ صاحبؒ کا حصہ نہ تھا۔ حضرت مولانا آزاد کے بقول حضرت علامہ و مجدد شہید رضی اللہ عنہ کا یہ وہ کارنامہ ہے جو ان کے لئے خاص تھا۔ اور اگر خود شاہ صاحب بھی اس وقت ہوتے تو انہی کے جھنڈے کے نیچے نظر آتے ۔ اگرچہ اس مسئلہ کا ہر پہلو حضرت شاہ صاحب کا سلسلہ تعلیم و تربیت، ان کے ابناء عظیم اور فیض یافتگان خانوادہ حضرت ایشاں کا ہر فرد صاحب علم و نظر اور فضل و کمال ظاہری و باطنی کا حامل، بنا بریں مستحق صد التفات و توجہ! لیکن اس مضمون کو میں مولانا کے ان الفاظ پر ختم کرتا ہوں جس میں حضرت مجدد اسمٰعیل شہیدؒ کے عظیم الشان کارنامے اور ان کے مقام عزیمت و استقامت کا اعتراف بھی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ فاتح دور آخر و سلطان عصر کے مقام و مرتبہ اور ان کے کارنامہ تعلیم و تربیت و تجدید دین و تدوین علوم و معارف عالیہ و اسلامیہ کی طرف اشارہ بھی ہے :-

شاہ صاحبؒ نے مزاج وقت کے عدم تحمل و استعداد سے مجبور ہو کر بحکم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

به رمز نکته ادا می کنم که خلوتیان
سر سبو بکشادند و درفرو بستند

دعوت و اصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کا حجروں میں دفن کردیئے تھے، اب اس سلطانِ وقت و اسکندرِ عزم کی بدولت شاہ جہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پران کا ہنگامہ مچ گیا، اور ہندوستان کے کناروں سے بھی گذر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے۔ جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی، وہ اب برسر بازار کی جا رہی اور ہو رہی تھیں۔ اور خون شہادت کے چھینٹے حرف وحکایات کے نقوش وسواد بنا کر صفحۂ عالم پر ثبت کر رہے تھے

آخر تو لائیں گے کوئی آفت فغاں سے ہم
حجت تمام کرتے ہیں آج آسماں سے ہم

(تذکرہ صـ ۲۸۱)

اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جب نپولین نے مصر پر حملہ کیا، تو مراد بک نے جامعہ ازھر کے علماء کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا ہے۔ علمائے ازہر نے بالاتفاق یہ رائے دی کہ جامعہ ازہر میں صحیح بخاری کا ختم شروع کردینا چاہیئے کہ انجام مقاصد کے لئے تیر بہدف ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن ابھی صحیح بخاری کا ختم ختم نہیں ہوا تھا کہ اہرام کی لڑائی نے مصری حکومت کا خاتمہ کردیا۔ انیسویں صدی کے اوائل میں جب روسیوں نے بخارا کا محاصرہ کیا تو امیر بخارا نے حکم دیا کہ تمام مدرسوں اور مسجدوں میں ختم خواجگان پڑھا جائے۔ ادھر روسیوں کی قلعہ شکن توپیں شہر کا حصار منہدم کر رہی تھیں اور ادھر لوگ ختم خواجگان کے حلقوں میں "یا مقلب القلوب یا محول الاحوال" کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ بالآخر وہی نتیجہ نکلا جو ایک ایسے مقابلہ کا نکلنا تھا، جس میں ایک طرف گولہ بارود ہو اور دوسری طرف ختم خواجگاں۔

(مولانا ابوالکلام آزاد)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعبیر کی غلطی[1]

(جماعت اسلامی کا جائزہ)

زیر نظر کتاب "تعبیر کی غلطی" کے مصنف جناب وحیدالدین خاں ہیں، جو ہندوستان کی جماعت اسلامی سے پندرہ سال تک متعلق رہے، پھر کافی غور و خوض اور مولانا مودودی صاحب اور جماعت اسلامی ہند کے بعض ممتاز بزرگوں اور علماء سے گفتگو اور خط و کتابت کرنے کے بعد انہوں نے ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۶۲ء جماعت سے استعفیٰ دے دیا۔ جو چھ ماہ بعد منظور ہوا۔ اس آخری فیصلہ کرنے میں موصوف کو چار سال لگے، اس دوران میں انہیں جماعت کے آرگن رسالہ "زندگی" رام پور کی ادارت کے لئے مجلس شوریٰ نے نامزد کیا، لیکن خود ان کے الفاظ میں "میں نے صرف اس بنیاد پر اس کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی کہ جماعت کی فکر سے مختلف فکر رکھتے ہوئے میں اپنے لئے اس کو صحیح نہیں سمجھتا تھا کہ جماعت کے آرگن میں ایڈیٹر کی ذمہ داری قبول کر لوں"

جماعت اسلامی سے وحیدالدین خاں صاحب کا نظری اختلاف جس طرح شروع ہوا۔ اور وہ جن جن

---

[1] کوہ نور پریس، لال کنواں دہلی سے یہ کتاب تبصرے کے لئے ہمیں ملی ہے اس مضمون میں صرف اس کتاب کے تبصرے پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ کتاب کے مطالب کا ایک مختصر خلاصہ بھی دے دیا ہے اس کتاب کا نہ صرف ہندوستان بلکہ پاکستان کے بھی دینی و علمی حلقوں میں بڑا چرچا ہے اور اسے بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ (مدیر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مراحل سے گزرا، زیر نظر کتاب میں اسے قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، محض مصنف کی زبان سے نہیں بلکہ اس ضمن میں جماعت کے ذمہ دار حضرات سے ان کی جو خط و کتابت ہوئی اسے بھی من و عن نقل کر دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب جماعت اسلامی سے اس کے ایک اہم رکن کے نظری اختلاف کے بارے میں ایک دستاویزی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے خاص توجہ کی مستحق ہے۔

آغاز اختلاف مصنف کے الفاظ میں یوں ہوا:-

"میں تقسیم ہند کے بعد نومبر ۱۹۴۷ء میں جماعت اسلامی کی تحریک سے متاثر ہوا۔ اور دس سال تک پوری یکسوئی کے ساتھ اس سے مل کر کام کرتا رہا۔ یہ وقت تھا جب کہ اس کے بہت سے دیگر افراد کی طرح میں سمجھتا تھا کہ مجھ کو آخری صداقت کا علم ہو گیا ہے اس زمانے میں زیادہ تر جماعت کے عملی کاموں میں مشغول رہا۔ اور جماعت کے مخصوص لٹریچر کے علاوہ دیگر چیزوں کے مطالعہ کی طرف بہت کچھ توجہ نہ دے سکا۔ اس کے بعد ایک ایسا وقت آیا جب بعض اسباب نے مجھے یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کے مواقع فراہم کر دیئے۔ خاص طور پر دو سال کا بیشتر وقت میں نے قرآن پڑھنے اور اس کے مطالب پر غور و فکر کرنے پر صرف کیا۔ اس وقت پہلی بار میں نے محسوس کیا کہ اس فکر پر میرا یقین متزلزل ہو رہا ہے قرآن کے مطالعہ کے دوران میں شدت سے مجھ پر یہ احساس طاری ہوا کہ قرآن میرے اس تصور دین کی تصدیق نہیں کر رہا۔ جس کو میں اب تک اسلام کا صحیح ترین تصور سمجھ رہا تھا"

جماعت اسلامی سے وحید الدین خاں صاحب کے نظری اختلاف کی یہ گویا ابتدا تھی اس سے پہلے وہ جماعت کے پیش کردہ تصور دین کو اسلام کا صحیح ترین تصور سمجھتے تھے، لیکن دو سال تک خاص طور پر قرآن کے مطالعہ اور اس کے مطالب پر غور و فکر کرنے کے بعد جب انہوں نے اپنے اس یقین کو متزلزل ہوتا محسوس کیا تو ساتھ ہی انہوں نے اپنے اس تزلزل کے مداوا کی کوششیں بھی شروع کر دیں۔ چنانچہ اس بارے میں وہ لکھتے ہیں:-

"خوش قسمتی سے اس زمانے میں جماعت اسلامی کے شعبۂ تصنیف و تالیف سے متعلق ہونے کی وجہ سے میں جماعت کے مرکزی دفتر (رام پور) میں مقیم تھا۔ اور اسی کے ساتھ چونکہ میں اس کی مرکزی مجلس شوریٰ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کارکن تھا، اس لئے جماعت کے انتہائی منتخب افراد سے ملنے جلنے کے مواقع بھی مجھے حاصل تھے چنانچہ میں نے اپنی ذہنی کشمکش کے سلسلے میں تحریک کے اوپر کے افراد اور مرکزی شخصیتوں سے تبادلہ خیال شروع کیا۔ مگر طویل مدت کے غور و فکر اور بحث و گفتگو کے بعد بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس فکر کی طرف سے زبانی یا تحریری طور پر اب تک جتنے بھی دلائل دیئے گئے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ۔ کم از کم میرے علم و فہم کی حد تک ۔ ان سوالات کو رفع نہیں کرتا (جنھوں نے) مجھے موجودہ حالت تک پہنچایا ہے۔"

جماعت کے منتخب افراد سے تبادلہ خیال کے دوران جو طویل مدت تک ہوتا رہا، وحید الدین خاں صاحب کی کیا ذہنی و نفسیاتی کیفیت تھی اس کا اندازہ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں۔

"لفافہ کھول کر میں نے مولانا صدر الدین صاحب[1] کے جواب کی سرخی دیکھی۔ لکھا ہوا تھا "تعبیر کی غلطی کا ایک اجمالی جائزہ" جی چاہا کہ فوراً پڑھنا شروع کردوں۔ مگر مجھے اپنا وہ عہد یاد آیا جو میں نے اپنے خدا سے کیا تھا میں فوراً اٹھا، کتابیں الماری میں رکھیں۔ کمرہ بند کیا۔ اور قریب کی مسجد میں جا کر وضو کیا۔ دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ دعا کی :۔

> خدایا! جو کچھ تیرے نزدیک حق ہے، اس کو مجھ پر واضح کردے۔ میں پناہ مانگتا ہوں کہ اپنی عقل کے پیچھے بھٹکتا رہوں۔ یقیناً ایک روز ایسا آنے والا ہے جب تیرے فرشتے ایسے فرشتے جن کو میں لوٹا نہیں سکتا، میرے پاس آئیں گے اور مجھ کو پکڑ کر تیرے پاس حاضر کردیں گے خدایا اس روز تو مجھ سے جو کچھ چاہے گا، وہ مجھ کو آج ہی بتادے۔ پردہ اٹھنے کے بعد میں جو کچھ دیکھوں گا وہ آج ہی مجھے دکھادے۔

میں نے عہد کیا تھا کہ جب صدر الدین صاحب کا تبصرہ مجھے ملے گا، تو پہلے میں دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے دعا

---

[1] موصوف مولانا صدر الدین صاحب اصلاحی) امیر جماعت اور پوری مجلس شوریٰ کے متفقہ فیصلہ کے مطابق خاص طور پر میری تحریر کا جواب تیار کرنے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ اور ان سے کہا گیا تھا کہ اگر وہ ضرورت سمجھیں تو چار مہینے کا اپنا پورا وقت دے کر اس کا مکمل اور مفصل جواب لکھیں" (مصنف)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کروں گا۔ اور پھر اس کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ اس عہد پر عمل کر لینے کے بعد اب میں نے اصل تحریر پڑھنی شروع کی اور اس کو پہلی فرصت میں ختم کر ڈالا۔ اس کے بعد اس کو بار بار پڑھا۔ اس پر نوٹ تیار کئے۔ اس میں جو حوالے تھے، ان کو نکال کر دیکھا یہاں تک کہ تحریر ملنے کے چوتھے دن یعنی ۲۰ اگست کو میرے ذہن نے فیصلہ کر دیا کہ یہ تحریر نہایت ناقص ہے اپنے خیالات پر میرا یقین بڑھ گیا۔ اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس تبصرہ کے ذریعہ اس نے میرے ذہن کی مزید صفائی اور میرے خیالات کی مزید وضاحت کا انتظام کر دیا۔"

مولانا صدرالدین اصلاحی کے علاوہ امیر جماعت اور شوریٰ کے ارکان کی خواہش پر مصنف کی اس تحریر[1] کی ایک ایک نقل مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا جلیل احسن ندوی کی خدمت میں بھی بھیجی گئی۔ "مولانا مودودی کی اہمیت اس لحاظ سے ہے کہ جماعت اسلامی جس فکر کی بنیاد پر اٹھی ہے اس فکر کے پیدا کرنے والے دراصل وہی ہیں۔ اور مولانا جلیل احسن ندوی کی اہمیت اس اعتبار سے ہے کہ وہ جماعت کے حلقے میں اس حیثیت سے ایک نمایاں شخص ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ قرآن کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ اور آج بھی قرآن کے استاد کی حیثیت سے ان کے بہترین اوقات کا مصرف یہی کتاب ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں ان کی رائے بہت اہمیت رکھتی ہے۔"

مولانا مودودی مولانا صدرالدین اور مولانا جلیل احسن ندوی سے اپنے ان شکوک کے بارے میں مصنف کی جنہیں انہوں نے اپنی تحریر "تعبیر کی غلطی" میں منضبط کر دیا تھا، جو خط و کتابت ہوئی زیر نظر کتاب میں وہ شامل کر دی گئی ہے۔ اور اس ضمن میں جماعت اسلامی کے ذمہ دار بزرگ جو کچھ کہنا چاہتے تھے، ان کا نقطۂ نظر بھی کتاب میں آگیا ہے۔

مصنف نے "تعبیر کی غلطی" میں جو سوالات اٹھائے ہیں وہ مختصراً یہ ہیں۔

۱۔ مولانا مودودی نے اپنی حد تک ایک ایسی تشریح بھی ڈھونڈ نکالی، جس میں دین ایک ہم آہنگ کل (INTERRELATED WHOLE) کی شکل میں نظر آنے لگا۔ مولانا مودودی کا کام اپنے خارجی

---

[1] تعبیر کی غلطی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استعمال کے لحاظ سے اسلام کی دعوت ہے اور اپنی علمی نوعیت کے اعتبار سے دین کی حکیمانہ توجیہ ہے۔ فی الحقیقت ان کے کام کی یہی دوسری خصوصیت ہے، جس نے موجودہ دور کے بہت سے لوگوں کے لئے ان کے خیالات میں کشش پیدا کردی۔ اور انہوں نے لپک کر اسے قبول کر لیا۔"

نومبر اور دسمبر میں تقریروں کا پروگرام حسب ذیل ہے

۱۔ ۱۴ر نومبر بروز جمعرات — مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی
شاہ ولی اللہ کی کتابوں کا تعارف

۲۔ ۲۸ر نومبر بروز جمعرات — ڈاکٹر عبدالواحد ہالے پوتا
مذہب طبیعی اور شاہ ولی اللہ

۳۔ ۵ر دسمبر بروز جمعرات — ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں
امام ربانی کا منصب تجدید

۴۔ ۱۹ر دسمبر بروز جمعرات — ڈاکٹر نبی بخش قاضی
شاہ عبداللطیف بھٹائی اور ابن فارض

سیکرٹری
شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد

(سعید آرٹ پریس حیدرآباد)

مو
اور مفصل
تصویر بنائی
تصور کے
اس کے ایک
مسائل کو ایک
یہ تص
غلط نہیں ہے
اجزا کو ایک کا
اس حیثیت سے
کو سمجھا جا سکتا
درمیان تعلق کا
خدا سے نف
ہیں، جن کے مجمو
مظہر ہے۔ یہ ا
جماعت ا
آیات پر چسپاں
مخصوص نقشہ جا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

استعمال کے لحاظ سے اسلام کی دعوت ہے اور اپنی علمی نوعیت کے اعتبار سے دین کی حکیمانہ توجیہ ہے۔ فی الحقیقت ان کے کام کی یہی دوسری خصوصیت ہے، جس نے موجودہ دور کے بہت سے لوگوں کے لئے ان کے خیالات میں کشش پیدا کردی۔ اور انہوں نے لپک کر اسے قبول کرلیا۔"

مولانا نے دین کے اس "ہم آہنگ کُل" کی پوری عمارت "نظام" کے تصور پر، یعنی اسلام زندگی کا ایک مکمل اور مفصل نظام ہے"، اٹھائی۔ اور یہی ان کے فکر کی بنیادی غلطی ہے بقول مصنف اس (فکر) نے دین کی جو تصویر بنائی، اس میں اجزا تو سب وہی استعمال کئے جو کسی نہ کسی اعتبار سے دین کے اجزا تھے مگر جس کلی تصور کے تحت انہیں ایک مجموعہ میں ترتیب دیا گیا، وہ تصور صحیح نہیں تھا۔" اور پھر یہ تصور اتنا ہمہ گیر ہے کہ اس کے ایک مبلغ کے الفاظ میں "۔ اسلام ایک نظام حیات ہے، جو زندگی کے سارے انفرادی واجتماعی اور مابعد الطبیعی مسائل کو ایک وحدت میں پرونا اور سب کو عقل و فطرت کے مطابق حل کرتا ہے"

یہ تصور کیوں صحیح نہیں، اس کی وضاحت مصنف یوں کرتے ہیں:۔ "دین کا ایک نظام ہونا بذات خود غلط نہیں ہے۔ مگر جب نظام کے تصور کو یہ حیثیت دی جائے کہ یہی وہ سبب جامع ہے جو اس کے متفرق اجزا کو ایک کُل میں سموتا ہے، تو یقیناً غلط ہو جاتا ہے اور یہی اس فکر کی اصل غلطی ہے۔ یہ فکر دین کا مطالعہ اس حیثیت سے کرتی ہے کہ وہ زندگی کا ایک "نظام" ہے اس کے نزدیک وہ مجموعی تخیل جس کے تحت پورے دین کو سمجھا جا سکتا ہے، وہ اس کا نظام ہوتا ہے۔ حالانکہ دین کی حیثیت یہ ہے کہ وہ خدا اور بندے کے درمیان تعلق کا عنوان ہے، دین محض ایک قانونی نظام نہیں ہے جیسے دوسرے نظام ہوا کرتے ہیں بلکہ وہ خدا سے نفسیاتی تعلق کا ایک ظہور ہے۔ عمل میں آنے کے بعد بے شک دین میں وہ ساری چیزیں شامل ہو جاتی ہیں، جن کے مجموعے کو "نظام حیات" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مگر دین کا نظام ہونا حقیقت دین کا ایک مظہر ہے۔ یہ اس کی اضافی حیثیت ہے نہ کہ اصل حقیقت"۔

جماعت اسلامی کی طرف سے دین اسلام کا یہ جو نظریہ پیش کیا گیا ہے، مصنف لکھتے ہیں کہ "یہ نہ تو قرآن کی آیات پر چسپاں ہوتا ہے اور نہ صلحائے امت کی زندگیاں اس کے "معیار" پر پوری اترتی ہیں۔ دین کا وہ مخصوص نقشہ جو اس فکر کے نزدیک دین کا صحیح ترین نقشہ ہے، اس کے حق میں سارے قرآن میں کوئی بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صریح آیت موجود نہیں ...... یہ اس استدلال کی نظریاتی خامی ہوئی۔ اسی طرح علمی اعتبار سے دیکھئے تو امت کی ساری تاریخ میں کوئی بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا، جس نے اس ڈھنگ پر "جامع انقلابی تحریک" چلائی ہو۔ دنیا کے بے شمار علاقوں میں مسلمان پھیلے اور ہر جگہ انہوں نے دعوت دین کا کام کیا، جن میں بہت سے مقامات پر بعد کو اسلام کی حکومتیں بھی قائم ہوئیں، مگر کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے اسلامی انقلاب برپا کرتے یا "حکومت الٰہیہ" قائم کرنے کی دعوت کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا ہو...... اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ان تمام لوگوں کی دعوت ادھوری تھی یا ان کو پورے دین کا شعور نہیں تھا تو ایسی ہر تاویل محض اپنی غلطی کا اعتراف ہوگی۔ کیونکہ اسلام کی پوری دعوتی تاریخ کو ناقص ماننے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ ہم ایک شخص کے خیالات کو ناقص مان لیں"۔

۲۔ مولانا مودودی نے اپنے دینی تصور کو سب سے زیادہ واضح اور مربوط شکل میں اپنی کتاب "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" میں پیش کیا ہے "اس کتاب میں قرآن کے چار بنیادی الفاظ — الٰہ، رب، عبادت اور دین کی تشریح کی گئی ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ انہیں چار الفاظ میں وہ ساری انقلابی دعوت چھپی ہوئی ہے، جو زیر بحث تعبیر نے پیش کی ہے۔ مولانا کا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ان چاروں الفاظ کے معانی بدل گئے۔ چنانچہ ان کے نزدیک "نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن کا اصل مقصود ہی سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا ..... پس یہ حقیقت ہے کہ محض ان چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہو گئی ہے۔ اور اسلام قبول کرنے کے باوجود لوگوں کے عقائد و اعمال میں جو نقائص نظر آرہے ہیں ان کا ایک بڑا سبب یہی ہے ...."

مولانا نے قرآن کی ان چار بنیادی اصطلاحوں کی جو تشریح کی ہے۔ اور جو ان کے نزدیک "قرآن مجید کی مرکزی تعلیم اور اس کے حقیقی مدعا کو واضح کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے" مصنف نے ان پر بڑی تفصیل سے تنقید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ مولانا نے جن آیات سے اپنی ان اصطلاحوں کا مفہوم اخذ کیا ہے وہ آیات سرے سے اس مفہوم کی حامل ہیں ہی نہیں۔

اس ضمن میں مصنف لکھتے ہیں:۔ "یہاں میں صرف ایک مثال درج کرتا ہوں۔ اس کتاب میں "رب"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پانچ مفہومات میں سے تیسرا مفہوم "اجتماع کا مرکز" بتایا گیا ہے (صفحہ ۶۳) یعنی جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو جس پر متفرق اشخاص مجتمع ہوتے ہوں" صفحہ (۲۹) جس کا مرکزی اقتدار مملکت کی تمام رعیت کے لئے اجتماع کی بنیاد ہو" (صفحہ ۴۰) جس کی مرکزی شخصیت کسی سرزمین کے تمدن و اجتماع کی اساس ہو" (صفحہ ۵۱) اصولاً مجھے اس سے اختلاف نہیں کہ خدائے واحد پر ایمان ہی وہ مشترک تصور ہے جو مسلمانوں کو ایک امت ہونے کا احساس دلاتا ہے .... مگر مذکورہ بالا قسم کے اجتماعی اور تمدنی تصور کو رب کے "تیسرے مفہوم" کی حیثیت سے ثابت کرنے کے لئے جو حوالے دیئے گئے ہیں، وہ سب کے سب اصل مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہیں ان میں سے کسی ایک حوالے سے بھی یہ "تیسرا مفہوم" ثابت نہیں ہوتا۔

یہ کل پانچ آیتیں ہیں، جن میں سے پہلی آیت یہ ہے۔

هُو ربکم والیه ترجعون (وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) یہ سورۂ ہود کی آیت ہے۔ اور اس میں جس رجوع الی الرب کا ذکر ہے۔ اس کا تعلق آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے ..... دوسری آیت یہ ہے۔ ثمّ الی ربکم مرجعکم (پھر تمہارا لوٹنا خدا کی طرف ہے) ..... اس آیت میں جس "مرجعیت" کا ذکر ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، کہا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں اگر تم شکر گزار بندے بنو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا اور اگر تم نے کفر کا رویہ اختیار کیا، تو کفر کر کے تم کہیں جا نہیں سکتے۔ تمام لوگوں کو بالآخر خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ تمہارے دلوں تک سے باخبر ہے اور وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس "لوٹنے" اور اپنے عمل سے "خبردار" کئے جانے کا دنیا کی سماجی تنظیم سے کیا تعلق۔

تیسری آیت یہ ہے۔ قل یجمع بیننا ربنا (کہو ہم کو ہمارا رب جمع کرے گا) اس آیت میں بھی جس "اجتماع" کا ذکر ہے، وہ آخرت کا اجتماع ہے ... چوتھی آیت یہ ہے۔ ثمّ الی ربھم یحشرون (پھر وہ سب اپنے رب کی طرف سمیٹے جائیں گے) اس آیت کا بھی تمدنی حشر سے کوئی تعلق نہیں .... پانچویں آیت یہ ہے۔ ونفخ فی الصور فاذا ھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (اور جوں ہی صور پھونکا گیا۔ وہ سب اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے)، یہ آیت بھی ظاہر ہے آخرت کے متعلق ہے۔ اس میں اس اجتماع کا ذکر ہے جب لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اپنی قبروں سے اٹھ کر خدا کے حضور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پانچ مفہومات میں سے تیسرا مفہوم "اجتماع کا مرکز" بتایا گیا ہے (صفحہ ۴۳) یعنی "جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو جس پر متفرق اشخاص مجتمع ہوتے ہوں" صفحہ (۲۹) جس کا "مرکزی اقتدار مملکت کی تمام رعیت کے لئے اجتماع کی بنیاد ہو" (صفحہ ۴۰) "جس کی مرکزی شخصیت کسی سرزمین کے تمدن و اجتماع کی اساس ہو" (صفحہ ۵۱) اصولاً مجھے اس سے اختلاف نہیں کہ خدائے واحد پر ایمان ہی وہ مشترک تصور ہے جو مسلمانوں کو ایک امت ہونے کا احساس دلاتا ہے .... مگر مذکورہ بالا قسم کے اجتماعی اور تمدنی تصور کو رب کے "تیسرے مفہوم" کی حیثیت سے ثابت کرنے کے لئے جو حوالے دیئے گئے ہیں، وہ سب کے سب اصل مسئلہ سے بالکل غیر متعلق ہیں ان میں سے کسی ایک حوالے سے بھی یہ "تیسرا مفہوم" ثابت نہیں ہوتا۔

یہ کل پانچ آیتیں ہیں، جن میں سے پہلی آیت یہ ہے۔

هُو ربکم والیه ترجعون (وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) یہ سورۂ ہود کی آیت ہے۔ اور اس میں جس رجوع الی الرب کا ذکر ہے۔ اس کا تعلق آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے ..... دوسری آیت یہ ہے۔ ثمّ الی ربکم مرجعکم (پھر تمہارا لوٹنا خدا کی طرف ہے) ..... اس آیت میں جس "مرجعیت" کا ذکر ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، کہا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی میں اگر تم شکر گزار بندے بنو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوگا اور اگر تم نے کفر کا رویہ اختیار کیا، تو کفر کر کے تم کہیں جا نہیں سکتے۔ تمام لوگوں کو بالآخر خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ تمہارے دلوں تک سے باخبر ہے اور وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔ اس "لوٹنے" اور اپنے عمل سے "جوابدہ" کئے جانے کا دنیا کی سماجی تنظیم سے کیا تعلق۔

تیسری آیت یہ ہے۔ قل یجمع بیننا ربنا (کہو ہم کو ہمارا رب جمع کرے گا) اس آیت میں بھی جس "اجتماع" کا ذکر ہے، وہ آخرت کا اجتماع ہے ... چوتھی آیت یہ ہے۔ ثمّ الی ربھم یحشرون (پھر وہ سب اپنے ربّ کی طرف سمیٹے جائیں گے) اس آیت کا بھی تمدنی حشر سے کوئی تعلق نہیں .... پانچویں آیت یہ ہے۔ ونفخ فی الصّور فاذا ھُم من الاجداث الی ربھم ینسلون (اور جوں ہی صور پھونکا گیا۔ وہ سب اپنی قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے) یہ آیت بھی ظاہر ہے آخرت کے متعلق ہے۔ اس میں اس اجتماع کا ذکر ہے جب لوگ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور اپنی قبروں سے اٹھ کر خدا کے حضور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اکھٹا کئے جائیں گے ۔ میدان حشر کے اس اجتماع سے سماجی زندگی کے لئے مرکز اجتماع کا مفہوم نکالنا ایسا ہی ہے جیسے "قرآنی نظام ربوبیت" کے علمبردار جنت کی زندگی سے متعلق آیتوں (مثلاً طٰہٰ ۔ ۱۹ ۔ ۱۱۸) کو پیش کر کے اس سے کھیت اور کارخانوں کی ریاستی ملکیت کا اصول ثابت کرتے ہیں "۔

یہ تو چار بنیادی اصطلاحوں میں سے صرف ایک اصطلاح سے متعلق ایک "مفہوم" کا ذکر ہوا۔ اسی طرح مولانا مودودی نے دوسری اصطلاحوں کے مفہوم بھی ایسی آیات سے اخذ کئے ہیں، جن کا ان مفہومات سے کوئی تعلق نہیں مصنف نے اس پر بھی مفصل بحث کی ہے ۔ اور زیر بحث آیات پیش کی ہیں۔

۳ ۔ جماعت اسلامی کی ابتدائی تاسیس کے وقت اس کا نصب العین یہ متعین ہوا تھا ۔

"جماعت اسلامی کا نصب العین اور اس کی تمام سعی و جہد کا مقصود دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول ہے ۔"

اور دستور میں اس کی یہ تشریح کی گئی تھی :۔ "اس سے مراد اللہ کی شرعی حکومت کا قیام ہے، جس کا تعلق انسان کی زندگی کے اس حصے سے ہے، جس میں اللہ نے انسان کو اختیار عطا کیا ہے" اس ضمن میں "مومن کی زندگی کا مشن" یہ بتایا گیا ہے کہ "جس طرح خدا کا قانون تکوینی تمام کائنات میں نافذ ہے اسی طرح خدا کا قانون شرعی بھی عالم انسانی میں نافذ ہو" یوں تو یہ کام فی الاصل ترغیب و تبلیغ ہی سے کرنے کا ہے لیکن" جو لوگ ملک خدا کے ناجائز مالک بن بیٹھے ہیں ... وہ عموماً اپنی خداوندی سے محض نصیحتوں کی بنا پر دست بردار نہیں ہو جایا کرتے اس لئے مومن کو عموماً جنگ کرنی پڑتی ہے تاکہ حکومت الٰہیہ کے قیام میں جو چیز سدّ راہ ہو اسے راستے سے ہٹا دیا جائے ۔"

ملک کی تقسیم کے بعد ہندوستان کی جماعت اسلامی نے "دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام" کی جگہ "دنیا میں اقامت دین (اللہ تعالےٰ کے دین کو قائم کرنا)" کے الفاظ رکھے ہیں اور اپنے دستور میں اس کی وضاحت یوں کی ہے :۔ "یہ دین انسان کے ظاہر و باطن اور اس کی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی گوشوں کو محیط ہے ۔ عقائد عبادات اور اخلاق سے لے کر معیشت، معاشرت اور سیاست تک انسانی زندگی کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جو اس کے دائرہ سے خارج ہو ..... اس دین کی اقامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی تفریق و تقسیم کے بغیر اس پورے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین کی مخلصانہ پیروی کی جائے اور ہر طرف سے یک سو ہو کر کی جائے۔ اور انسانی زندگی کے انفرادی و اجتماعی گوشوں میں اسے اس طرح جاری و نافذ کیا جائے کہ — فرد کا ارتقا، معاشرہ کی تعمیر اور ریاست کی تشکیل سب کچھ اسی دین کے مطابق ہو"۔

مصنف اوپر کے اقتباسات دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہی بات اس فکر کے تحت پیدا شدہ لٹریچر میں بار بار مختلف انداز سے دہرائی گئی ہے"۔ ایک اور اقتباس ہے جس میں مولانا مودودی نے لکھا ہے:۔ "یہ مذہبی تبلیغ کرنے والے واعظین اور مبشرین کی جماعت نہیں، بلکہ خدائی فوجداروں کی جماعت ہے اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا سے ظلم، فتنہ و فساد، بداخلاقی طغیان اور ناجائز انتفاع کو بزور مٹا دے۔ ارباباً من دون اللہ کی خداوندی کو ختم کر دے اور بدی کی جگہ نیکی قائم کرے۔ لہٰذا اس پارٹی کے لئے حکومت کے اقتدار پر قبضہ کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔"

اس فکر کی طرف سے اپنے نصب العین، دستور اور مقاصد کی اساس قرآن مجید کی یہ آیت بتائی گئی ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون۔

اور اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

" اس آیت میں الھدیٰ سے مراد دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ ہے، انفرادی برتاؤ، خاندانی نظام سوسائٹی کی ترکیب، معاشی معاملات، ملکی انتظام، سیاسی حکمت عملی، بین الاقوامی تعلقات، غرض زندگی کے تمام پہلوؤں میں انسان کی زندگی کے لئے صحیح رویہ کیا ہونا چاہیئے یہ چیز اللہ نے اپنے رسول کو بتا کر بھیجا ہے۔

" دوسری چیز جو اللہ کا رسول لے کر آتا ہے، وہ دینِ حق ہے۔ دین معنی اطاعت کے ہیں۔ کیش اور مذہب کے لئے جو دین کا لفظ استعمال ہوتا ہے، یہ اس کا اصل معنی موضوع لہٗ نہیں ہے بلکہ اس کو دین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس میں بھی انسان خیال و عمل کے ایک خاص سسٹم کی اطاعت کرتا ہے۔ ورنہ دراصل دین کا لفظ قریب قریب وہی معنی رکھتا ہے، جو زمانہ حال میں "اسٹیٹ" کے معنی ہیں"۔

غرض اس فکر کے نزدیک دین بمعنی زمانۂ حال کے "اسٹیٹ" کے ہیں۔ اس کی مزید تشریح یوں کی جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com